© rasailojaraid.com



قسط ہیژدہم:-

# میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

— • گذشتہ سے پیوستہ • —

امیر الامراء حسین علی خاں رقص و سرود میں بے حد روپے صرف کرتا تھا اور بعض مرتبہ تو اس کی آمدنی سے زیادہ اخراجات کا تخمینہ ہو جاتا تھا۔[1] ایک مرتبہ روشن الدولہ طرہ باز خان نے امیر الامراء، خاندوراں، سربلند خان اور سید سعادت خان کو اپنے گھر مدعو کیا۔ اور اپنے مہمانوں کی تواضع کے لئے محفلِ رقص و سرود کا بھی اہتمام کیا۔ اُس محفل کا ذکر کرتے ہوئے قاضی مرتضیٰ نے لکھا ہے:

"اندازِ جشنِ طوائفاں آں چہ نویسد، گوئی خیل پری بودہ یا حوران بہشتی۔ برائے ربودن ہوش مردم از آسمان فرود آمدہ بودند و خوبی نغمہ در رقص از تحریر بیرون بود۔"[2]

مختصر یہ کہ اس عہد کے امیروں کی اخلاقی اور مذہبی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

شاہ ولی اللہ اس گروہ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

"اے امیرو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہے اُن کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ اُن میں بعض بعض کو کھاتے، اور

---

[1] مآثر الامراء (فارسی) ۱-ص ۳۲۰ - [2] حدیقۃ الاقالیم ص ۵۴



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نگلتے رہیں۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ کھانوں کی قسمیں بکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی طرف منعطف نہیں ہوتی "[1]

صوفیاء خام اور علماء سو کی حالت | چوں کہ اس زمانے میں حالات کے زیرِ اثر لوگ تصوف کے دامن میں سکون ڈھونڈھتے تھے اور خارج کے ہوش ربا حالات سے پناہ لینے کے لئے خانقاہوں کی طرف بھاگتے تھے، اس لئے تصوف کو بھی بڑی حد تک لوگوں نے "کاروبار" بنا رکھا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں جہاں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی، شاہ فخر الدین دہلوی؛ حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور خواجہ میر درد جیسی اہم شخصیات تھیں وہیں کچھ عقبیٰ فروش اور دنیا دار صوفی بھی اپنی "دکانِ تصوف" کھولے بیٹھے تھے۔

چنانچہ نالۂ عندلیب کے مصنف نے ایک صوفی کا حال کسی رقاصہ کی زبانی بیان کیا ہے :۔

"میں ایک بڑی مدت سے مفلس بوالہوس کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ اُس کی تمام باتیں ابلہ فریب ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ شراب نوشی، بدکاری کے علاوہ شہوت پرستی کا بھی شکار ہے اور لذاتِ نفسانی و زبان کا مرتکب ہوتا ہے، چوں کہ اُس نے بہت سی بازاری عورتوں سے بدکاری کی ہے لہٰذا وہ مرضِ آتشک میں گرفتار ہے"[2]

میر نے ذیل کے اشعار میں صوفیائے دنیا دار کی عیاشی و ہوس پرستی کا نقشہ پیش کیا ہے ؎

شیخ کو اس بھی سن میں ہیگی ہوس ۔ تنگ پوشی سے چولی جاوے جس
ہوئے گا سن شریف ساٹھ برس ۔ دانت ٹوٹے گیا ہے کلّہ دھنس

دیکھ رنڈی کو یہ چلے ہے چال

جامے کو خوب سا چُناتے ہیں ۔ خال رخسار پر بناتے ہیں
مہندی بھی پتلی سے لگاتے ہیں ۔ ناز کرتے قدم اُٹھاتے ہیں

دیکھا کرتے ہیں آرسی میں جمال

---

[1] الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) ص ۱۳۴ - ۵ ۱۳، ۸۴ - نیز دیکھئے۔ سیاسی مکتوبات۔ ص ۴۳۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ سیر المتاخرین (فارسی) ج ۲۔ ۲۶۰۔ [2] نالۂ عندلیب۔ ص ۳۱۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


دل میں دُھن ہے جو عیش و عشرت کی ∴ پوچھتے ہیں دوائی شہوت کی
باتیں ہیں رنڈیوں کی صحبت کی ∴ دیکھے ہے کوئی کتاب کہت کی
کرتے ہیں ......... کا استعمال

محوِ رعنائی کتنے ہیں اللہ ∴ مسی سے کرتے ہیں مسوڑے سیاہ
رکھتے ہیں سر پہ اب ہمیشہ کلاہ ∴ شانہ سے کام ہے گہہ و بے گاہ
کپڑے نارنجی سر پہ اودی شال

چہرہ پر کین لباس تنگ معاش ∴ ساتھ رکھتے ہیں ایک موئے تراش
قینچی لیتے ہیں گاہ و گہہ منقاش ∴ ہر سرِ مو پہ اس سے ہے پرخاش
لوگ کہتے ہیں شیخ ہیں چنڈال [1]

اس زمانے کے دنیادار مشائخ نے کشف و کرامات کو وسیلۂ روزی بنا رکھا تھا اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو طرح طرح سے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے تھے - خواجہ میر درد نے رسالۂ نالۂ درد میں ایسے صوفیاء کو مخاطب کرکے اُن کی مذمت کی ہے:-

"دکانِ کشف و کرامات مکشا، وچوں اہلِ دعوت ہمت را بریں امور صرف منما کہ ایں کار پیشۂ مزدورانِ دنیا طلب است نہ شعار مشتاقانِ لقای رب عجائب نمائی، ایں ہمہ عاملانِ دغاباز محض شعبدہ بازی است و فلیتہ سوختن و حاضرات کردن صرف فریب سازی خدارا اندکے حیا ہم باید و ایں ہمہ ذو فنونی نشاید - بے چارہ اہلِ غرض مجنوں می بودند و بریں چنیں صنائع مفتون می شوند" [2]

انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شاہ ولی اللہ نے عوام کو ایسے مشائخ کے جال میں پھنسنے سے متنبہ کیا تھا - انھوں نے عوام کو مخاطب کرکے کہا:

"اس زمانے کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہئے اور کبھی اُن کا مرید نہ ہونا چاہئے، کیونکہ

---

[1] کلیات میر، ص - [2] رسالۂ نالۂ درد (مطبع شاہ جہانی، بھوپال) ص ۳۶ -


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



آج کل یہ لوگ طرح طرح کی بدعات ورسومات میں مبتلا ہیں، شہرت، رجوع خلق اور مریدوں کی کثرت دیکھ کر دھوکا نہ کھانا چاہیئے، اور نہ اُن کی کرامتوں سے دھوکا کھانا چاہیئے۔" [۱]

اس زمانے کے علماء کا حال تو صوفیوں سے بھی زیادہ بدتر تھا۔ انھوں نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو فراموش کر دیا تھا۔ جاہ وحشمت، دولت وثروت کی تحصیل میں کوشاں رہتے تھے۔ چوں کہ حکومت اسی گروہ میں سے صدر اور قاضی کا انتخاب کرتی تھی اور یہ عہدے تحصیلِ ثروت کا بہت آسان ذریعہ تھے، لہٰذا انھوں نے طرح طرح سے رشوت خوری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

مآثر الامراء کے مصنّف نے لکھا ہے:

"ایں امراء جلیل القدر دین بدنیا فروشاں سخت آسان گرفتہ اند۔ زرہا بر رشوت خروج می کنند کہ تا بابطال حقوق مردم صد چنداں ستانند۔ نکاحانہ ومہروانہ را حلال تر از شیر مادر می دانند از قضات ارتی قصاب چہ تواں گفت، کہ مس علم ایشاں نصیب اعدا است وگفتۂ دلیپا ندیہ وگفتۂ زمینداران، کتاب وشرع آنہا است۔ ہرگاہ در شان قضات باعلم وعمل حدیثے وارد شدہ کہ واز سہ قاضی یکے بہشتی است) وخواجہ محمد پارسا (قدس سرہٗ) در فصل الخطاب گوید کہ آں قاضی بہشتی ہم مگر قاضی بہشت باشد) اندازۂ گمراہی وضلالت ایں قوم کہ کمتر از جہانی اند کہ توان گرفت" [۲]

طباطبائی نے اِن رشوت خور اور گمراہ کن قاضیوں کی بڑی مذمت کی ہے۔ حالت یہ تھی کہ اگر کوئی غریب ومفلس مسلمان مرجاتا اور نائب قاضی نہ آتا تو لوگوں کا عوام کا عقیدہ تھا کہ ایسی صورت میں میت کی روح گھر سے باہر نہ جائے گی اور اگر اس شخص کے ورثہ سے وجہ معینہ باعث کم مقدوری کے ادا نہ ہو سکے تو مع اہل وعیال کے اس قدر نجس اور ناپاک سمجھا جاتا تھا تو اس کے ہم پیشہ وروں کو اس کا خورد ونوش گوارا نہ ہوتا اور حد یہ تھی کہ اُسے آگ اور پانی تک نہ دیتے تھے۔ تب وہ مجبوراً چوری ڈکیتی یا قرض وغیرہ سے زر حاصل کر کے قاضی کی خدمت کرتا۔ اور بڑی مشکل سے ذلّت سے نجات پاتا۔ یہی حال ختنۂ پسر اور نکاحِ دختر میں تھا کہ سنِ بلوغ کو پہونچ کر بھی برسوں نکاح

[۱] وصیت نامہ شاہ ولی اللہ (اُردو ترجمہ) ص ۶۵، نیز ملاحظہ ہو الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) ص ۔ [۲] مآثر الامراء (فارسی) ج ۱ ص ۲۳۹



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور ضلعتہ سے اُنہیں محروم رکھا جاتا تھا - یہ رسومات اُس وقت تک عمل میں نہ آسکتی تھیں جب تک پہلے قاضی کے نذرانہ کا انتظام نہ ہو جاتا - اسی طرح مقدمات میں بھی قاضی رشوت لے کر حق کو باطل اور باطل کو حق کردیتا تھا۔[۱]

یہی حال صدر الصدور کا بھی تھا - رشوت خوری اس کی زندگی کا ایک واحد مقصد بن گیا تھا۔[۲]

شاہ ولی اللہ نے علماء سو کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ اُنہیں یونانیوں کے علوم میں اپنا وقت ضائع نہ کرنا چاہیے - بلکہ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا چاہیے اور مسلمانوں میں اُس تعلیم کا پرچار کرنا چاہیے - انھوں نے اُن کو مخاطب کرکے کہا :

"جن علوم کی حیثیت صرف ذرائع اور آلات کی ہے (مثلاً صرف ونحو وغیرہ) تو ان کی حیثیت آلہ اور ذریعہ ہی کی رہنے دو، نہ کہ خود ان ہی کو مستقل علم بنا بیٹھو۔ علم کا پڑھنا تو اسی لئے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو - لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں، اور لوگوں کو زائد از ضرورت باتوں کا مشورہ دے رہے ہو"[۳]

**عام مسلمانوں کی دینی حالت** جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بادشاہوں، امیروں، عالموں اور صوفیوں کی ہر بے راہ روی سے عوام بڑی حد تک اثر پذیر ہوتے تھے اور اُن کی عیش وعشرت کے مہلک جراثیم جھونپڑوں تک اپنا کام کرتے تھے - چوں کہ اقتصادی نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور عوام اقتصادی زبوں حالی کے شکار رہتے تھے لہٰذا اُن کی اقتصادی حالت کسی "عیاری" عیاشی کی اُنہیں اجازت نہ دیتی تھی تو اس کا اظہار امرد پرستی، نشہ بازی، میلے ٹھیلے، عرس اور سطحی قسم کے لہو ولعب کی شکل میں ہوتا تھا جن میں مبتلا ہو کر وہ کچھ دیر کے لئے دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے -

**امرد پرستی** زیرِ نظر عہد کے عوام وخواص میں امرد پرستی پورے عروج پر تھی - کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جہاں "امارد نوخطان توبہ شکن زہاد" موجود نہ ہوتے ہوں -

دہلی کی سوسائٹی میں امرد پرستی ایک فیشن سمجھا جاتا تھا - میر کی شاعری پر بھی اس کا اثر نمایاں ہے - لیکن یہ عیب اُس دور میں اتنا راسخ ہو گیا تھا کہ اُسے معیوب نہ سمجھا جاتا تھا - میر تقی میر نے اپنے والد محمد علی کی امرد پرستی اور اپنے چچا

---

[۱] سیر المتاخرین (اُردو ترجمہ) ج ۲ - ص ۵۲۲ - ۵۲۳ - [۲] ایضاً ج ۲ - ص ۵۲۳ - ۵۲۴ -

[۳] الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) ص ۱۳۷ -



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سید امان اللہ کے ایک پسر روغن فروش پر عاشق ہو جانے کا ذکر بڑی بے تکلفی سے کیا ہے۔[1] سب سے زیادہ حیرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ملفوظات میں یہ عبارت دیکھ کر ہوتی ہے کہ:

"در ذکر امرد پرستی حضرت مرزا مظہر جان جاناں ارشاد شد کہ حالا دار الضرب امارد خانقاہ فخر الدین شد" ہم تو ڈھل گئے " یعنی ما از کار رفتیم"

اس ذہن کا اثر اردو شاعری پر بھی بہت گہرا ہوا اور وہ آج اس کے لئے بدنام ہے۔
میر جیسا باکمال شاعر یہ کہتا بھی کہتا تھا:

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب ؛ اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں[2]

آنولہ شہر میں یہ وبا بری طرح سے پھیل چکی تھی۔ لوگ لونڈوں سے عقد کرنے لگے تھے۔
قاضی مرتضیٰ کا بیان ہے کہ:

"حتیٰ کہ با امردانِ نوخیز خوش شکل میل بنکاح می کردند و رسم امتِ لوط تازہ شد"[3]

مرقع دہلی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی کا کوئی میلا ٹھیلا، بزرگانِ دین کے اعراس، بازار اور تفریحی مقامات ایسے نہ تھے جہاں تفریح اور عیاشی کے سوا کوئی دوسرا شغل ہوتا ہو،
مجنوں نانک شاہ کا تکیہ جمنا ندی کے کنارے ایک بہترین تفریح گاہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ مقام آج بھی مجنوں کا ٹیلا نام سے مشہور ہے۔ دہلی کے عوام و خواص وہاں برائے تفریح جایا کرتے تھے۔ درگاہ قلی خاں کا بیان ہے:

"ہر روز وہاں ایک عجیب و غریب مجمع ہوتا ہے۔ بے شمار تفریح باز عورتیں میانہ میں سوار ہو کر اس مقام پر آتی ہیں۔ اور کسی درخت کے چھایہ تلے سواری چھوڑ کر تفریح میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ اور تنہائی میں اپنے عاشقوں سے ملاقات کرتی ہیں۔ مقاصد مستورات اظہار کر کے اپنی جنسی خواہش رفع کرتی ہیں"۔[4]

---

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۴۰ تا ۴۴ نیز ۴۴، ۵۹۔ [2] میر کی شاعری میں امرد پرستی کے لئے ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی کا مضمون مشمولہ "تحقیقات"۔ [3] حدیقۃ الاقالیم۔ ص ۱۳۹۔ مرشد آباد میں امرد پرستی کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔ سیر المتاخرین (فارسی) ج ۳۔ ص ۸۰۰۔

[4] مرقع دہلی۔ ص ۱۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کسل سنگھ نامی ایک امیر نے ایک محلہ آباد کیا تھا جو کسل پورہ کے نام سے موسوم تھا۔

درگاہ قلی خان نے اس مقام کا بیان یوں کیا ہے:

"پورہ در نہایت تقطیع و تکلف احداث کردہ و از ہر قسم طوائف و فواحشِ بازاری کہ عبارت از مال زادہا باشد آمادہ نمودہ و اربابِ مناہی و مسکرات را بحمایتِ خود جا دادہ۔ کثرتِ جمعیت محتسب در حوالیش راہ ندارد و قدرتِ احتساب در خود نمی یابد در ہر راستہ ہائیش بلباس رنگا رنگ خود را بمردم عرض می کنند و در جسم ہر کوچہ بوساطت میانجی اشخاص را تکلیف می نمایند ہوالیش شہوت آمیز است و فضایش باہ انگیز۔ بہ تخصیص در حوالی شام طرفہ جمع می شود و عجب ہنگامہ در ہر مکانے رقص است و در ہر جا سرود۔ اربابِ فسق بے مخالف و مزاحمت سیری وراں کارخانہ کشیدہ و بگل چینی خیارک و سوزاک دامنِ شہوت را لبریز کنند و چندے بخمیازہ حسرت گذرانیدہ مشغول می شوند۔ غرض طرفہ کارگاہے و عجب تماشا گاہ است"۔[1]

عرس[2] اس زمانے کی معاشرت میں اجتماعی تفریح کا سب سے اہم موقع "عرس" تھا۔ درگاہ قلی خاں نے مرقع دہلی میں ان عرسوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ میر نے نکات الشعراء میں سید حسن رسول نما[3] کے عرس کا ذکر کیا ہے، قزلباش خان امید کے بارے میں لکھا ہے:

"داخل ذیل امراء بود و در ہر سیر و تماشا می رفت و صحبتہا داشت، چناں چہ یک روز در عرسِ حسن رسول نما صاحب قدس سرہ العزیز بندہ نیز بہ تحریکِ یارانِ موافق رفتہ بود و او ہم تشریف می داشت، چوں مرا از دور دید، گفت کہ خوش باشد کہ من ہم دریں ایام دو شعر ریختہ موزوں کردہ ام، بشنوید"[4]

---

[1] مرقع دہلی۔ ص ۲۴۔ [2] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ مرقع دہلی۔ ص ۱۔ ۱۹۔ [3] خافی خان (فارسی) ج ۲۔ ص ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ [4] نکات الشعراء (طبعِ ثانی) ص ۷۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


عرس خلد منزل کی کیفیت درگاہ قلی خان نے اِن الفاظ میں پیش کی ہے:

"و معاشران با محبوبانِ خود در گوشہ و کنار در دست بغل و عیاشان در کوچہ و بازار بہول مشتہیاتِ نفسانی در رقص جمل بے خواران بے اندیشہ محتسب در تلاش مستی و شہوت طلبان بے واہمہ مزاحمت سرگرم شاہد پرستی" [۱]

جیساکہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزا عبد القادر بیدل کا عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ اور اس میں شعر خوانی کی محفل بھی منعقد ہوتی تھی۔ ان عرسوں میں قوالیاں، طوائفوں کے مجرے اور لنگر کی تقسیم ہوتی تھی۔ خرچ زیادہ تر امرا، برداشت کرتے تھے۔ غرض اچھی خاصی گھما گھمی ہوتی تھی۔

**چھڑیاں** | مزار پرستی کے سلسلے میں مسلمانوں نے چھڑیوں کی رسم بھی اختراع کی تھی۔ کچھ بزرگ ایسے تھے کہ ان کے عرس کے کچھ دن پہلے عقیدت مند اُن کے نام کے جھنڈے نکالتے اور شہر کی گلیوں میں پھرتے اور آخر میں اُن چھڑیوں یا جھنڈوں کو لے کر اُن بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دیتے تھے، اُن میں خاص طور پر خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، غازی میاں (سالار مسعود بہرائچیؒ) سرور سلطان، اور شاہ مدار کی چھڑیاں مشہور ہیں۔ [۲]

میر حسن دہلوی نے جب دہلی سے لکھنؤ کو کوچ کیا تو اتفاق سے وہ زمانہ شاہ مدار کے عرس کا تھا۔ اور عقیدت مندوں کے گروہ دہلی سے مع چھڑیوں کے روانہ ہو رہے تھے۔ میر حسن بھی اُن کے ہم سفر ہوئے، اُس نے اس قافلہ کا تفصیلی ذکر مثنوی گلزارِ ارم میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

مکن پور کو چھڑی چلتی تھی واں سے ⁂ اُٹھے ہم ساتھ اُس کے اس مکاں سے
مدار اس قافلہ کا تھا چھڑی پر ⁂ چلے ہم وہاں چھڑیوں ساتھ مل کر
زبس میوات کا اکثر تھا عالم ⁂ عجائب مہوشاں تھیں اس میں باہم

---

[۱] مرقع دہلی۔ ص ۱۲۔ [۲] تاریخ چہار گلشن محمد شاہی (ق) ص ۳۶ ب۔ الف۔ البلاغ المبین (اردو ترجمہ) ص ۱۱ نیز ارشاد الطالبین۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ ص ۱-۲-


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



چوں کہ ان میلے ٹھیلوں میں مستورات بھی برابر کی شریک تھیں لہٰذا مردوں کے لئے یہ مواقع تفریحی مشاغل کے سامان بہم پہونچاتے تھے:

کوئی پردے سے تھی چہرہ دکھاتی ؛ کوئی آواز کچھ گا کر سناتی
کوئی چلتی اُتر اٹکھیلیوں سے ؛ کوئی بیٹھی ہی جی لیتی دلوں سے
جہاں ملتا کہیں پانی منبع ؛ وہاں ہوتا پریزادوں کا مجمع
کنوئیں پر یُوں نظر آتا ہر اک ماہ ؛ کہ جوں یوسف کھڑا ہو برسرِ چاہ
کوئی لیتا مٹھائی اور کوئی پان ؛ کوئی جاتا کسی کے پاس انجان
کوئی آنچل سے اپنا مُنھ چھپاتی ؛ کوئی پردا اُٹھاتی اور گراتی [۱]

مجملاً قبر پرستی کا بازار گرم تھا۔ نذر و نیاز۔ حاجت روائی کی منت، مشکل کشائی کے لئے نذر و نیاز ماننا۔ قربانیاں پیش کرنا، چڑھاوے چڑھانا، نہایت تضرع اور زاری کے ساتھ اُن کو حاجت روا سمجھ کر حاجتیں مانگنا، طواف کرنا، سجدہ کرنا، قدمبوسی، عرضیاں لکھ کر لٹکانا، شیرینی، پھول اور خوشبوئیں چڑھانا وغیرہ رسومات ادا کی جاتی تھیں [۲]

توہم پرستی

اس دور کے مسلمانوں میں توہم پرستی کو مذہبی درجہ حاصل تھا۔ راجا سے پرجا تک ہر شخص اس مرض کا شکار تھا۔ خواجہ میر درد کا بیان ہے کہ:

"اینجا ہر کس بتوہم خاص گرفتار است" [۳]

نجومیوں اور رمالوں پر لوگوں کو بہت عقیدہ تھی، ہر بڑے آدمی کے خاندان سے کوئی نہ کوئی نجومی وابستہ ہوتا تھا۔ دہلی، آگرہ اور دوسرے بڑے شہروں کے بازاروں میں سڑکوں کے کنارے یہ لوگ اپنی دکان لگا کر بیٹھتے تھے اور ان کے گرد لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کے دربار سے مبشر خاں اور منجم خان منسلک تھے [۴]
لاولد اشخاص رمالوں، نجومیوں اور برہمنوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اولاد ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں معلومات

---

[۱] مثنویاتِ میر حسن دہلوی (نول کشور ۱۹۴۵ء) ص ۱۳۶-۱۳۹- [۲] برائے تفصیل۔ البلاغ المبین- ص ۵، ۳۱، ۶۵-
[۳] رسالۂ دردِ دل- ص- ۱۶۰- [۴] تاریخ شاکر خانی (ق) ص ۱۱۲-



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حاصل کرتے تھے۔[1] تخت نشینی اور جنگ کا وقت بھی نجومی متعین کرتے تھے۔[2] جب بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوتا تو بیدِ مشک جلایا جاتا کہ اُس پر جادو ٹونے کا اثر کارگر نہ ہو۔[3] جب کبھی بادشاہ سفر سے واپس آتا تو محل سرا کے دروازے پر نظر اتاری جاتی، نثار کے روپے غربا میں تقسیم ہوتے تھے۔[4] شادی بیاہ کے موقع پر نہ جانے کتنی ایسی رسمیں ادا ہوتی تھیں جن کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ صرف توہم پرستی سے تھا۔ لڑکے اور لڑکی کے مکانات کے دروازوں پر تیل اور چونے کے نشانات بنائے جاتے۔[5] ماہِ صفر کے ۱۳ دن منحوس مانے جاتے تھے۔ عام طور پر منگل اور جمعرات کو بھی منحوس دن تصور کیا جاتا تھا۔[6]

عورتیں بالخصوص توہم پرست تھیں۔ جس زمانے میں چیچک کی وبا پھیلتی تو مالن کو پھول لے کر بلایا جاتا دروازے پر آم کے پتے لٹکائے جاتے۔[7] اس موقع پر سیتلا دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔

معمولاتِ مظہری میں لکھا ہے:-

"اکثر زنان بواسطۂ کمال جہال کہ دارند بایں استمداد ممنوع مبتلا اند وطلب دفع بلیہ ازیں اسمائے مسمّٰی می نمایند و باداء مراسم شرک و اہلِ شرک گرفتار اند۔ علی الخصوص ایں معنی از نیک و بد ایشاں در وقت عروض مرض جدری کہ در زبانِ ہندی سیتلہ معروفست و مشہود و محسوسست، کم زنی باشد کہ از دقائق ایں شرک خالی بود و بر سمی از رسوم آں اقدام نہ نماید"[8]

لڑکوں کے سر پر شاہ مدار اور دوسرے صاحبِ کرامات بزرگوں کے نام کی چوٹیاں رکھی جاتی تھیں تاکہ اُس کی برکت سے وہ بچہ باحیات رہے اور ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہے۔ جب متعینہ مدت پوری ہو جاتی تو اس بچے کو لے کر اس مزار پر حاضری دیتے اور وہیں اس کی چوٹی ترشوائی جاتی۔[9] بُرے وقت سے محفوظ

---

[1] مثنوی سحرالبیان ص ۹۶ - ۹۸ - [2] سیر المتاخرین (فارسی) ج ۲ - ص ۴۲۲، ج ۳ - ص ۲۲۳ -

[3] مرآۃ الاصطلاح (ق) ص ۴۴ ب، ۴۵ الف - [4] سیر المتاخرین (فارسی) ج ۲ - ص ۳۴۴ -

[5] تقویۃ الایمان - ص ۷۷ - مثنویات میر حسن دہلوی - ص ۲۰۳ - ۲۰۴ - [6] تقویۃ الایمان - ص ۷۷، ۱۴۸ -

[7] احوال محمد شاہ تا آصف الدولہ (ق) ص ۷۷، ۸ - [8] معمولات مظہری - ص ۳۸ - [9] نصیحت المسلمین (ق) ص ۴۳، تقویۃ الایمان - ص ۵ -



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



رکھنے کے لئے بچوں کے گلے اور پیروں میں سونے چاندی کی زنجیریں اور تانبے کے طوق ڈالتے تھے[۱]
سودا نے لکھا ہے کہ اس کام کے لئے شیر کے ناخنوں کا بھی استعمال ہوتا تھا :-

شیر کے ناخن تک میں ڈالا جینے کو تجھ ہیکل میں
موت کے روبہ سے نہ بچا، پر آن کے تو اس جنگل میں[۲]

یہی حال عورتوں کا شگون لینے کے سلسلے میں تھا - ایسی رسمیں عام طور پر روزمرہ کی زندگی میں داخل تھیں، میر تقی میر کے والد جب لاہور کے سفر پر نکلے ہیں تو ان کی ماما نے آئینے پر پانی بہا کر رخصتی کا شگون پورا کیا تھا[۳]

اس سلسلے میں میر کے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں :-

رکھتا نہیں شگون کچھ اظہارِ عشق کا ؛ لگ جاوے دل کہیں تو اسے جی میں اپنے رکھ

سیلاب آیا، آکے چلا، کیا شگوں ہوا ؛ جی میں تھا خوب جا کے خرابے میں روئیے

بے اختیار رونے کا میر سے شگوں ہوا ؛ سیلاب آگے آیا چلا جائے دشت میں

نحس تھے کیا وے وقت و ساعت جن میں لگا تھا دل اپنا
سال پہر ہے اب تو ہم کو ماہ برابر ہیں گھڑیاں

جب سے عشق کیا ہے میں نے سر پر میرے قیامت ہے
ساعت دل لگنے کی شاید نحس ترین ساعت تھی

کب نظر میری پڑے گی اس روئے خوب پر
ہم نشین ٹک تو بھی مصحف کھول کر تو فال دیکھ

سودا: بڑھئی نے اس پلنگ کی پائی ؛ جڑی نہ جانے کس ساعت میں
اب جو قضا نے گردن کاٹی ؛ پاؤں کے رکھتے اس پہ تیری[۴]

---

۱ MRS MIR HASAN ALI : OBSERVATIONS. ETC II, P 373

۲ کلیاتِ سودا - ص ۵۲۳ - ۳ میر کی آپ بیتی - ص ۳۷ - ۴ کلیاتِ سودا - ص ۵۲۹

(باقی)

© rasailojaraid.com